مولانا شبیر احمد صاحب استاد دارالعلوم دیوبند

نقطہ نظر

دینی مدارس اور انگریزی تعلیم

دارالعلوم و دیگر عربی اداروں کا مقصد صرف اور صرف رجال آخرت تیار کرنا ہے، جو علوم نبوت کے حامل بن کر ان کی ترویج و اشاعت کریں، داعی الی الحق ہوں، دنیا ان کا مطمح نظر نہ ہو محض کی رضا جوئی ان کا مقصد وحید ہو، باطل طاقتوں کا مقابلہ، بدعات و محدثات امور اور آئے دن فتنوں اور ملت اسلامیہ پہ طاغوتی طاقتوں کے حملوں کا روکنا بس یہ ان کا مقصد ہو لیکن اس مقصد میں اس وقت کافی اختلال آگیا ہے وجوہ اس کی کچھ بھی ہوں) لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے مواقع پر تزکیہ کو تعلیم پر مقدم فرمایا ہے، معلوم ہوا تزکیہ مقدم اور نہایت ضروری ہے خیر یہ تو ایک نکتہ ہے (لعلہ ھکذا)

الحاصل دعائے ابراہیمی میں جن امور کا ذکر فرائض نبوت کے طور پر کیا گیا ہے یعنی تلاوت، تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت وہی فرائض ورثۃ الانبیا کے ہونا از بس کہ ضروری ہیں۔ آج کل ایک خاص طبقہ کی جانب سے علوم عصریہ کی ضرورت پر خاصہ زور دیا جارہا ہے، اس سلسلے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ علوم دنیا کا علماء کے ساتھ ضروری ٹھہرانا ایسا ہی ہے جیسے عورت کو ٹوپی پہنانا، امت کو ٹھوس استعداد کے علماء کی ضرورت ہے، دوسری چیزوں میں اشتغال سے اصل مقصد کا فقدان یا اس میں اختلال ضرور آئے گا۔

علوم عصریہ کے داخل نصاب کرنے کے لیے یہ دلیل دینا کہ ہمارے علماء و فضلاء دوسروں کے شانہ بشانہ چل سکیں گے، اس سے دنیا طلبی اور ترقیات میں تو ممکن ہے کہ دوسروں کے شانہ بشانہ ہو جائیں، لیکن جو مقصد ہے وہ ضرور فوت ہو جائے گا اس لیے کہ اس وقت خصوصاً حالات میں زبردست انقلاب ہے، اور معاشرہ میں بڑا فساد ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس چہار سو سے فتنوں کی بھرمار ہے۔ کقطع اللیل المظلم، ہمارے ان نو عمر علماء فارغین کا ان سے متاثر ہو کر راہ سے ہٹ جانا کوئی امر بعید نہیں۔

دیکھنے میں کچھ ایسا ہی آیا ہے کہ علوم دینیہ سے ہٹ کر جو لوگ دینوی علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ بالعموم بعد چندے اسی کے ہو رہتے ہیں اور بمقتضائے غیرت خداوندی پھر توفیق یزدانی سلب ہو جاتی ہے عافانا اللہ منہ، اعمال تو درکنار خیالات و افکار تک میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے یہ ایک مشاہداتی امر ہے جس کا انکار

نہیں کیا جا سکتا، الا ماشاء اللہ۔ اول تو ذی استعداد طلباء نکلتے ہی کم ہیں جو ارباب مدارس کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو معدودے چند نکلتے ہیں وہ علوم مروجہ اور انگریزی و ہندی کی نذر ہو کر ترویج دین تو کیا کریں گے کہیں بدنام کنندہ اکابر نہ بن جائیں۔

اللہ جانے کیا ہو گیا ہے جدھر سے سنئے یہ ہی صدا ہے نصاب بدلو، مدارس میں علوم مروجہ داخل کرو، انہیں صنعت و حرفت کی تعلیم دلاؤ تاکہ ہمارے فارغین کارآمد بن سکیں، معلوم نہیں اس کارآمد ہونے سے کیا مراد ہے، دنیا کے لیے ممکن ہے کارآمد بن جائیں لیکن رجال آخرت و خدام دین قطعاً نہ بنیں گے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں مدرسہ شاہی مرادآباد میں کسی رکن شوریٰ کی تجویز تھی کہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں کسی رکن شوریٰ کی تجویز تھی کہ مدرسہ میں ٹیکنیکل تعلیم بھی ہونی چاہیے، مجلس شوریٰ میں تجویز آئی تو حضرت نانوتویؒ و دیگر اکابر نے فرمایا ہم نے مدرسہ ملا مولوی بنانے کے لیے قائم کیا ہے ٹیکنیکل کے لیے اور بہت دنیوی ادارے ہیں۔

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے غلط ہو تو اللہ معاف فرمائے اگر ارباب مدارس نے ان مشورہ دینے والوں سے متاثر ہو کر (جیسے ہمارے بعض احباب اس مرعوبیت کے شکار ہیں) اکابر کی لائن سے سر مو انحراف کیا، پھر ان اداروں کی خیر نہیں، ان کی اصل روح فنا ہو جائے گی جیسے ہمارے سامنے اس طرح کے کچھ اداروں کی مثال موجود ہے جن میں دنیا ہی دنیا ہے دین برائے نام ہے۔

مقاصد و توابع

گزارش یہ ہے کہ مقاصد و توابع میں امتیاز ناگزیر ہے، اس وقت دارالعلوم میں یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ تصنع و تکلف اور ظاہر داری تیزی سے گھسی آرہی ہے اور حقیقت و معنویت رخصت ہوتی جاتی ہے، مثلاً طلباء کے ہفتہ واری پروگرام جن میں اکثر شرکت کا موقع ہوتا ہے، ان کی تمرینی تقریروں میں دلاویز الفاظ کی تو خوب بھرمار ہوتی ہے، اور مضمون و معلومات بدرجہ نفی، عربی و فارسی کے الفاظ مستعملہ معروفہ کو چھوڑ کر انگریزی کے الفاظ بولنے کو باعث افتخار سمجھتے ہیں۔

کچھ اور عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا، جو کوئی طالب علم چند الفاظ عربی بولنے یا لکھنے پر معمولی قدرت حاصل کر لیتا ہے حالانکہ اس میں قواعد نحو و صرف اور صلات وغیرہ کی کتنی ہی فاحش غلطیاں ہوتی ہیں بس وہ اسے منتہائے کمال و معراج قابلیت سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ چیز ایسی کچھ مہتم بالشان نہیں اور ان میں علمی صلاحیت کچھ بھی نہیں ہوتی جن اداروں نے محض زبان کو مقصود بنایا ان کا حشر سب کے سامنے ہے۔

تمرین عربی کی افادیت سے انکار نہیں اور انکار ہو بھی کیسے سکتا ہے، اللہ کی کتاب عربی انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری زبان عربی لیکن مقصود کے درجہ میں ہرگز نہیں جس کی طرف عام رجحان بڑھتا جا رہا ہے اور مقصود سے دوری ہوتی جارہی ہے اگر تکمیل مقصود

کے ساتھ تبعاً دضمناً کچھ طلبہ میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ عربی بولنے اور لکھنے پر قدرت حاصل کرلیں تو بہت اچھا ہے اور کسی درجہ میں اس کی ضرورت بھی ہے، لیکن تکمیل مقصود کے بعد ثانوی درجہ میں، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے کبھی اس طرف توجہ نہیں دی نہیں تو کم از کم دارالعلوم میں آج ذریعہ تعلیم عربی زبان ہوتی۔

استاذ اکبر شیخ مدنیؒ کا زمانہ تھا، اسباق حدیث کا آغاز ہوا احقر کے دورہ کا سال تھا کسی طالب علم نے پرچی دی "آپ سبق کی تقریر عربی میں فرمائیں"، حضرتؒ نے پرچی پڑھ کر سنائی اس پر کوئی تحسین نہیں فرمائی، بس یہ فرمایا "بہت اچھا"، چنانچہ اسی وقت حضرتؒ نے عربی میں بولنا شروع کر دیا، تقریباً ایک ہفتہ یہ سلسلہ جاری رہا، پھر کسی اور ساتھی نے پرچی دی "ہماری سمجھ میں نہیں آتا آپ اردو میں تقریر فرمائیں"، حضرتؒ نے پرچی پڑھ کر فرمایا "بہت اچھا" اور پھر اردو میں تقریر شروع ہو گئی اور اس پر آپ نے کوئی مذمت نہیں فرمائی۔

دارالعلوم میں پہلی دفعہ جامع ازہر (مصر) کے دو استاذ شیخ عبدالمنعم النمر (مرحوم) اور شیخ عبدالعال العقباوی یہاں عربی بول چال سکھانے کے لیے بھیجے گئے، اس سے پہلے دارالعلوم میں صرف عربی اور تمرین کوئی جانتا بھی نہ تھا لیکن اس وقت باصلاحیت علماء دعا لمیں دارالعلوم سے فارغ ہو کر نکلتے تھے ان میں کتنے ہی ایسے بھی ہیں جنہوں نے عربی میں تصنیفات کی ہیں، شروح و حواشی لکھے ہیں، ہم پر بھی اس وقت خمار تھا کہ عربی میں گفتگو ہونی چاہیے، ذریعہ تعلیم کم از کم ادب کی کتابوں میں عربی زبان ہونی چاہیے، چناں اور چنیں، چنانچہ تدریس چھوڑ کر ایک سال دارالعلوم میں دوبارہ داخلہ لے کر صرف عربی میں ان اساتذہ سے پڑھا، لیکن اب سمجھ میں آتا ہے کہ جس منہج پر اکابر نے کام کیا ہے اسی پر چلنے میں خیر و برکات ہیں۔

مغالطہ یا حقیقت؟ ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے انگریزی کی فی زمانہ بہت ضرورت ہے اس کے بغیر دعوت اسلام غیر مسلموں میں دشوار ہے، ہمارے گرد و پیش میں جہالت پھیل رہی ہے ہر اعتبار سے فساد ہی فساد ہے، پہلے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اور دعوت اسلام کے لیے چاروں طرف ہنود غیر مسلم رہتے ہیں، ضرورت ہے پہلے انہیں دعوت دی جائے، اس کے لیے کونسی انگریزی اور سائنس کی ضرورت ہے، سب لوگ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں اصل چیز جس کی ضرورت ہے وہ علم دین میں پختگی، عمل کا نمونہ اور سب سے بڑی چیز دردِ دل ہے، اکابر امت کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، حضرت شاہ الیاس صاحب رحمہ اللہ تمام تمام رات امت کے لیے روتے تھے (حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس الفاظ ہی الفاظ ہیں عمل کے اعتبار سے صفر) حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حسین احمد مدنیؒ تک جنہوں نے دنیا کے نقشے بدل ڈالے ان میں کون ایسے تھے جو انگریزی کے کسی ایک لفظ سے بھی واقف ہوں، البتہ ان کے پاس علم تھا عمل تھا اور اللہ کا خوف،

نسبت خداوندی جس کا آج مذاق اڑایا جا رہا ہے، اللہ کے دین کے لیے مارے مارے پھرے۔

ان دانشوران قوم سے گزارش ہے کہ اگر قوم وملت کا کچھ درد ہے، خلوص سے کام تو شروع کیجئے اگر دعوت حق کے لیے انگریزی کی ضرورت ہوگی تو انگریزی خواندہ جنہیں انگریزی پڑھانے کی ضرورت بھی نہ ہوگی آپ کے دست و بازو بن جائیں گے وہ آپ کی برکات سے دین پر مرمٹنے والے ہوں گے اور آپ کی انگریزی کی ضرورت کو پورا کریں گے، جماعت تبلیغی ساری دنیا میں پہنچ رہی ہے اور اپنا کام کر رہی ہے وہ بلاکسی تمرین وغیرہ کے انگریزی میں بھی تبلیغ کر رہے ہیں اور عرب ممالک میں بھی اس لیے یہ مشورہ کہ دینی مدارس میں انگریزی وغیرہ کی ضرورت ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم کے زمانہ میں کسی رکن شوریٰ کی طرف سے مجلس میں تجویز رکھی گئی کہ حالات حاضرہ کے پیش نظر ضروری ہے کہ نصاب دارالعلوم میں ہندی داخل کی جائے اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحب اور حضرت مجاہد ملت نے سختی سے مخالفت کی حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا کسی زمانہ میں انگریزی کی جتنی ضرورت تھی آج ہندی کی اتنی ضرورت نہیں ہے لیکن ہمارے اکابر نے دارالعلوم کے نصاب میں انگریزی کو داخل نہیں ہونے دیا اس لیے آج ہم ہندی کو اپنے دینی نصاب میں ہرگز نہیں گھسنے دیں گے، ان اداروں کو بس جیسے چل رہے ہیں چلنے دیجئے، نہیں تو ان کی افادیت ختم ہو جائے گی او کما قال۔

یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ کچھ دانشور (جنہیں آج کے عرف میں دانشور کہتے ہیں) ہمارے نوجوان طلبہ کو کھینچنا چاہتے ہیں، سیمیناروں میں مقالات پر انعام تقسیم ہوتے ہیں اس میں خاص طور پر طلبہ دارالعلوم کو نمایاں کر کے دکھایا جاتا ہے، ان کی تحسین ہوتی ہے، اس کا لازمی نتیجہ ہے متاثر ہونا، پھر انہیں مشورہ دیا جاتا ہے تم دینی علوم میں بہت قابل ہو چنانچہ ہو چنیں ہو لیکن تمہیں حالات حاضرہ کا علم ہونا چاہیئے، انگریزی زبان اور علوم عصریہ ضرور حاصل کرنے چاہئیں، اس سے تم کامیاب زندگی گزار سکو گے، امت کے لیے مفید ہو گے اور آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کر سکو گے وغیرہ وغیرہ۔ اس دام صد رنگ سے بھی خبردار و ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

موتمر المصنفین کا سلسلۂ مطبوعات (۲۱)
کتابت اور تدوین حدیث
تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق موتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ
موتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان